کھیل وتفریح اور اسلام

جناب غلام احمد چوہدری
انچارج (سیکنڈ شفٹ) پنجاب پبلک لائبریری، لاہور

اسلام آج کے دور میں دوانتہاؤں کے درمیان گھرا ہوا ہے - ایک وہ انتہا پسندی جو معاشرے کو اسلحے کے زور پر یرغمال بنانا چاہتے ہیں جبکہ دوسری طرف روشن خیالی کے خود مبلغین ہیں جو میراتھن ریسوں، عورتوں کی امامت، رقص وسرود اور مغربی بودوباش میں روشن خیالی ڈھونڈتے ہیں اور اسلام کی ایسی تشریح کرنے پر مصر ہیں جو اسلام کی آفاقیت کو کلیسائی نظام میں تبدیل کردے- دراصل یہ دونوں فکریں حد درجہ غلط اور معاشرے میں انارکی کا باعث بن رہی ہیں-قوموں کی اخلاقی اقدار ہی وہ زمین ہوتی ہے جس پر قدم رکھ کر قومیں ترقی کی دوڑ میں شامل ہوتی ہیں اور جن قوموں کے پاس اقدار ہی نہیں رہتیں وہ ہوا میں معلق ہو جاتی ہیں- روشن خیالی، جمہوری کلچر، عوامی رائے کے احترام، قانون وانصاف کی بالادستی اور علم وہنر کی ترقی میں مضمر ہے-

موجودہ دور میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہمیں اپنے راستے خود ہی متعین نہیں کر لینے چاہیں بلکہ اسلام کی متعین کردہ راہنمائی کو اپنانا چاہیے مثلاً مردوزن کا مخلوط ہجوم دیکھ لیں- اسلام نے ان کے بارے میں کچھ حدود وقیود مقرر کی ہیں- امریکہ میں گزشتہ دنوں ایک عورت نے مردوں کی جماعت کروائی ہے- کیا پچھلی ۱۴ صدیوں کی تاریخ میں کبھی ایسا ہوا ہے؟ خواتین کی دوڑ کے حوالے سے آج کل بڑی باتیں ہو رہی ہیں- میں کہتا ہوں کہ ہر وہ کام کریں جو دائرہ اسلام میں آتا ہو، مثلاً لڑکیاں دوڑ لگا سکتی ہیں مگر لڑکوں کے ساتھ نہیں- اسلامی تعلیمات پر عمل اور شرم وحیاء کا لحاظ کرتے ہوئے کسی ایک جگہ دوڑ لگائیں- یہ ہے اعتدال پسندی کہ خواتین کے اخلاقی شرعی اور انسانی حقوق کا خیال رکھتے ہوئے انہیں ادا کیا جائے- یہ نہیں کہ حدود وقیود کو توڑ کر کہا جائے کہ یہ اعتدال پسندی ہے- اعتدال صرف وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بیان فرمایا ہے-

کھیل کی ضرورت واہمت:

کھیل ورزش اور ہم نصابی سرگرمیوں کی اختراع نئی نہیں- بعض ممالک میں زمانہ قدیم ہی سے ایسی سرگرمیوں کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے- اسپارٹا والوں کو ایسے مضبوط وتوانا افراد کی ضرورت تھی جو دشمنوں کا مقابلہ کر سکیں- چنانچہ وہاں بچوں کو شروع ہی سے سخت زندگی کا عادی بنایا جاتا تھا- ان سے سخت ورزش کروائی جاتی تھی- انہیں کھیلوں میں شریک ہونا پڑتا تھا- گرمی، سردی، بھوک اور پیاس کی

شدت برداشت کرنا پڑتی تا کہ وہ سخت جان بن جائیں-یہی حال اسپارٹا کی حریف ریاست ایتھنز کا تھا- وہاں بھی سخت جسمانی تربیت اور فنون حرب کی تربیت دی جاتی لیکن وہاں کے نظام تعلیم کی امتیازی صفت یہ تھی کہ ہم نصابی مشاغل کے ساتھ ساتھ علوم کی طرف بھی مناسب توجہ دی جاتی تھی تا کہ جسم اور ذہن دونوں کی نشو ونما ہو-تعلیم کی اسی جامعیت سے اہل ایتھنز بالآخر اسپارٹا والوں پر غالب آ گئے-

مسلمانوں نے کھیل کود ورزش اور ہم نصابی سرگرمیوں کی تشکیل کیلئے بنیادی کردار ادا کیا- یہی وجہ ہے کہ افراد کی ہمہ جہت نشو ونما ہوئی اور پوری دنیا میں اپنا لوہا منوایا-حضرت عمر فاروقؓ نے انہی ہم نصابی سرگرمیوں کے پیش نظر امت مسلمہ کو تجویز فرمایا تھا-

''اپنے بچوں کو تیراکی' شہسواری' مشہور ضرب الامثال اور اچھے شعر سکھاؤ'' (۱)

نعیم صدیقی لکھتے ہیں:

''جائز حدود میں تفریحات اور مشاغل متوازن زندگی کا لازمی جزو ہیں-یہ جز اگر ساقط ہو جائیں تو زندگی بوجھ بن جاتی ہے اور جس نظام حیات میں ہلکی پھلکی سرگرمیوں اور تفریحات کی گنجائش نہ رکھی گئی ہو اسے کوئی بھی معاشرہ زیادہ دیر تک نہیں اٹھا سکتا-(۲)

افضل حسین کے مطابق کھیل اور ورزش کے ذریعے تعلیم وتربیت میں درج ذیل باتوں کا خیال رکھا جائے گا-اللہ تعالیٰ نے جو جسم عطا کیا ہے اس کی صحت اور نشو ونما کیلئے ضروری معلومات بہم پہنچانا' حفظان صحت کے اصولوں کی پیروی کرنا' جسم کو محنت' رزش' کھیل اور صفائی کا عادی بنانا-

☆ فطری قوتوں اور صلاحیتوں کی نشو ونما کرنا' ان میں سے کسی ایک کو بھی نہ تو دبانا اور نہ ان کو نظر انداز کرنا-

☆ فطری خواہشات اور میلانات کو صحیح رخ پر ڈالنا' پسندیدہ اور مفید مشاغل میں دلچسپی پیدا کرنا

☆ صحیح انداز سے سوچنے اور برے بھلے کی تمیز کرنے کی کسوٹی فراہم کرنا تا کہ طلبہ غلط افکار اور باطل نظریات کا شکار نہ ہوں-

☆ انفرادی عائلی اور اجتماعی ذمہ داریوں کا صحیح علم اور انہیں انجام دینے کی عملی تربیت-(۳)

پروفیسر خورشید احمد کے مطابق ''اسلام کے تصور تعلیم میں کتاب وحکمت اور تزکیہ نفس دونوں کو ساتھ ساتھ انجام دینا ضروری ہے-یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے مخصوص نظام تعلیم میں تعلیم اور سیرت سازی ایک ہی حقیقت کے دو پہلو رہے ہیں-(۴)

محمد قطب لکھتے ہیں''اسلام کا نظام تعلیم وتربیت اس لحاظ سے منفرد اور حد درجہ ممتاز ہے کہ اس

کے جملہ ذرائع تمام مقاصد ایک فکر اور نظریہ سے پوری طرح مربوط اور پیوست ہیں- یہ نظام تربیت اس قدر مکمل، جامع اور ہمہ گیر ہے کہ انسانی زندگی کا کوئی پہلو اور گوشہ اس کی راہنمائی سے خارج نہیں- (۵)

کھیل کے فوائد

اسلام کا کوئی بھی حکم خارج از حکمت نہیں- ہر کام اور چیز میں دینی یا دنیوی فائدے کو مدنظر رکھا گیا ہے- کھیل اور ورزش کے فوائد درج ذیل ہیں:

۱- عسکری فوائد

اسلام میں کھیل اور ورزش کا سب سے اہم مقصد اقامت دین کیلئے تیاری ہے- اس مقصد کے حصول کا ذریعہ جہاد ہے- جہاد کی ہر دو اقسام کیلئے جسمانی، روحانی اور ذہنی طور پر تربیت یافتہ ہونا ضروری ہے- اس تربیت کے تقاضوں کی تکمیل میں ہم نصابی سرگرمیاں بہت اہمیت کی حامل ہیں- رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> ''اللہ تعالی ایک تیر کے عوض تین طرح کے آدمیوں کو جنت میں داخل کرے گا- اس کے بنانے والے کو بشرطیکہ اس نے خیر کی نیت سے بنایا ہو- اس کے چلانے والے کو اور اس کے پیش کرنے والے کو- لہذا تیر اندازی کی مشق جاری رکھو(۶)

۲- جسمانی فوائد

کھیلوں میں جسم کو کافی حرکت دینا پڑتی ہے جسمانی لحاظ سے محنت ومشقت کی ضرورت پیش آتی ہے اس لئے سانس کی آمدورفت دوران خون نظام انہضام وغیرہ میں باقاعدگی دیتی ہے- اعصاب وعضلات پر کنٹرول ہوتا ہے- محنت ومشقت کیلئے جسم میں توانائی اور امراض کا مقابلہ کرنے کیلئے قوت مدافعت پیدا ہوتی ہے- بحیثیت مجموعی صحت ٹھیک رہتی ہے- اس سے نشوونما اور بالیدگی میں بڑی مدد ملتی ہے-

۳- ذہنی فوائد

باہمی دلچسپی کے مشاغل میں مختلف قسم کے حالات اور طرح طرح کے ساتھیوں سے سابقہ پڑتا ہے اور ان سب سے نبرد آزما ہونے کیلئے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کی ضرورت ہوتی ہے- اس سے صلاحیتوں کا صحیح اور ٹھیک اندازہ لگانے کا موقع ملتا ہے- تجربات ومشاہدات میں اضافہ ہوتا ہے- نیز توجہ اور انہماک کی تربیت ہوتی ہے-

۴- معاشرتی فوائد

کھیلوں میں اجتماعی امور کے ذریعے تعاون ہمدردی قواعدوضوابط کی پابندی، مقابلہ و

مسابقت میں اعتدال' اطاعت وقیادت' حق تلفیوں اور دھاندلیوں کا مقابلہ اور اپنی باری کا انتظار کرنے کی تربیت حاصل ہوتی ہے- اپنی خواہشات اور ذاتی دلچسپیوں کو اجتماعی مفاد پر قربان کرنا بھی منظم کھیلوں کے ذریعے سیکھایا جاسکتا ہے-

۵- **اخلاقی فوائد**

ورزش اور کھیلوں کے ذریعے متعدد اخلاقی اوصاف پروان چڑھتے ہیں- مثلاً استقلال' پامردی ضبط نفس' خود اعتمادی' وفاداری اور اطاعت شعاری وغیرہ-

قبل از اسلام عربوں کے کھیل

اسلام سے قبل کھیلوں کے حالات کا ذکر تاریخی کتابوں میں بہت کم ملتا ہے- بہت کم مواقع پر بحث کی گئی اور جزئیات بیان ہوئی ہیں- اس بارے میں صرف اتنا ہی معلوم ہے کہ عرب ایک جنگجو قوم تھی- لہذا ان کے کھیل بھی اپنے اندر اسی جنگی رنگ کو لئے ہوئے تھے- اس زمانے کے مشہور کھیلوں میں کشتی' نیزہ بازی' گھوڑسواری' تیراکی اور مختلف قسم کی دوڑوں کا زیادہ تصور تھا- عربوں کی زندگی بڑی کھٹن تھی- وہاں پر قبائلی نظام رائج تھا- دشمنیوں کی وجہ سے انہیں قدم قدم پر جان کا خطرہ رہتا تھا اس لئے وہ تلوار کو اپنے سے کبھی جدا نہ کرتے تھے-

عربوں کے نیزے ہمیشہ ایک دوسرے سے الجھتے رہے- ان کی عمریں جنگوں میں فنا ہوتی رہیں اور تلواریں ایک دوسرے سے ٹکراتی رہیں- ان کے بہادر میدان میں مبتلائے کشاکشی رہے- انہوں نے زندگی اور دلپسند لذتوں سے ہاتھ اٹھائے رکھا اور اپنی عزت کو مضبوط کرنے کیلئے اپنی خواہشات کے سائے میں آرام کرنے سے اعراض کیا-

عرب ہمیشہ قتل و غارت گری کے مدح خواں تھے اور بستر پر پڑ کر مرنے کی ہجو کیا کرتے تھے- کہتے تھے-

''مات فلان حتف انفہ'' (فلاں اپنی ناک کی موت (طبعی موت) مرا)

کسی عرب کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ اسے اپنے بھائی کے مرنے کی خبر ملی تو اس نے کہا اگر وہ قتل ہوا ہے تو پھر کوئی بات نہیں- اس کا باپ' بھائی اور چچا بھی تو قتل ہوئے تھے- اللہ کی قسم ہم طبعی موت نہیں مرا کرتے بلکہ نیزوں کی نوکوں کے باعث پرزے پرزے ہو کر مرتے ہیں اور تلواروں کے سائے تلے جان دیتے ہیں-

ترجمہ: (ہمارا کوئی سردار بھی طبعی موت نہیں مرا اور ہمارا کوئی مقتول ایسا نہیں جس

کے خون کا بدلہ نہ لیا گیا ہو- خواہ وہ جہاں بھی قتل ہوا)(۷)

عہد جاہلیت میں عربوں کے ہاں یہ بھی رسم تھی کہ ایک طاقتور انسان علیحدہ طور پر اپنے لئے چراگاہ مخصوص کر لیتا تھا- وہ ایک کتے کو اونچی جگہ پر لا کر چھوڑ دیتے - پھر وہ کتا بھونکتا جہاں تک اس کے بھونکنے کی آواز جاتی وہ اس شخص کی ملکیت سمجھی جاتی تھی- انہیں وجوہات کی بنا پر عرب بچپن ہی سے گھوڑ سواری، تیغ زنی، تیراندازی، نیزہ بازی اور اس طرح کے دوسرے مقابلوں کی مشق رکھتے تھے- گھوڑ سواری اور اونٹوں کی دوڑ کے مقابلے ہوتے اور ان پر بڑی بڑی شرطیں لگائی جاتیں اور ان دوڑوں سے ہی وہ لڑائیاں شروع ہوتیں جنہوں نے عرب کی تاریخ کو بدل کر رکھ دیا-

عربوں کا ایک بہت مشہور جنگی کھیل نیزہ پھینکنا تھا- اس نیزہ کو عربی میں حربہ کہا جاتا تھا- جنگ احد میں حضرت حمزہؓ کو حربہ مار کر ہی شہید کیا گیا- اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کو بھی حربہ مار کر جہنم واصل کیا گیا-(۸)

حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل عرب میں میلوں کا بہت رواج تھا- ان میلوں میں عربوں کو ہر سال اپنے جوہر دکھانے کا بھی موقع ملتا- سال کے مختلف مہینوں میں عرب میں میلے منعقد ہوتے تھے اور پھر ایک میلے سے دوسرے کی طرف منتقل ہو جایا کرتے تھے- ان میلوں میں سارا عرب اپنی قابل فخر اور اچھی چیزوں کو لے کر آ جاتا جہاں دوسرے لوگ جیسے شاعر وغیرہ اپنے جوہر دکھاتے اور خرید و فروخت بھی ہوتی وہاں کشتی، نیزہ بازی، تیراندازی اور گھوڑ دوڑ کے مقابلے بھی ہوتے تھے اور ان میں نامور کھلاڑی حصہ لیتے تھے-(۱۳)

عرب میں یہ بھی رواج تھا کہ جب جنگ شروع ہوتی تو دونوں طرف کے نامور پہلوان میدان میں اترتے اور دوبدو جنگ کیلئے اپنے مقابلے کے پہلوان کو طلب کرتے- اس طرح دوڑوں یعنی اونٹوں اور گھوڑوں کے ساتھ پہلوانوں کی وجہ سے لڑائی شروع ہوتی اور چالیس چالیس سالوں تک جاری رہتی-(۱۰)

قدیم اولمپکس:

قدیم زمانے میں لوگوں کو بقائے حیات کا شعور نہ تھا مگر جونہی شعور بیدار ہوا اور تہذیب نے کروٹ بدلی تو خوشی اور مذہبی تہواروں کے موقع پر جسمانی مظاہروں کی نمائشیں شروع ہوئیں- اب جسم کو صحت مند رکھنے کیلئے مختلف کھیلوں کا آغاز ہوا- اہل یونان نے حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے قبل کھیلوں کے یہ مظاہرے منظم طریقے سے پیش کیے- آہستہ آہستہ یونانیوں نے اولمپیا کے مقام پر ہر چار سال بعد میلے کی صورت میں جسمانی مظاہرے اور مقابلے شروع کیے-

اولپیا ایک پہاڑی ہے جس کے درمیان میدان اوراس کے اردگرد لپٹی موٹی پہاڑیاں موجود سٹیڈیم کی شکل میں تھیں- جسمانی تربیت کا ابتدائی مرکز یونان ہی تھا اور یہی موجودہ کھیلوں کا ماخذ بھی ہے(۱۱)

اسلام میں کھیل ورزش اور ہم نصابی سرگرمیوں کے اصول

اسلام دین فطرت ہے اور زندگی کے تمام شعبوں میں انسان کی مکمل راہنمائی کرتا ہے- زندگی کا کوئی بھی پہلو خواہ وہ معاشرتی ہو' معاشی ہو یا سیاسی اسلام کی راہنمائی سے خارج نہیں کیونکہ انسانی زندگی کا مقصد اولی اطاعت الٰہی کیلئے تربیت فراہم کرنا ہے- اسی کے پیش نظر اسلامی ضابطہ حیات میں کھیل' ورزش' تفریحات' مشاغل جسمانی وروحانی کی تربیت کیلئے بھی صاف اور واضح ہدایات موجود ہیں- مختصراً یہاں پر چند اصول وضوابط کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱- کھیل اور ورزش میں لہو ولعب اور لچر پن کی گنجائش نہیں ہے- ان کا مقصد امت مسلمہ کو جہاد کیلئے تیار کرنا ہے-

۲- ان کھیلوں اور ہم نصابی سرگرمیوں کے مقاصد باہم رقابت دشمنی بڑھانا نہیں بلکہ آپس میں محبت یگانگت اور ایثار وقربانی کے جذبات پیدا کرنا اور Sports men spirit پیدا کرنا ہے-

۳- کھیل ورزش اور ہم نصابی سرگرمیاں مقاصد تعلم اسلام سے ہم آہنگ ہوں-

۴- ان سرگرمیوں اور مشاغل کا سلامی احکامات وحدود اور تقاضوں کے مطابق ہونا ضروری ہے-

۵- ایسی سرگرمیاں جو اسلام کے تصور تربیت کے منافی نہ ہوں انہیں اختیار کیا جا سکتا ہے-

۶- ہم نصابی سرگرمیاں ایسی ہوں جو معاشرہ اور طلبہ کی روحانی' جسمانی ذہنی اور معاشرتی نشوونما کو ترقی دیں-

۷- کھیل اور ورزش میں اسلامی ضابطہ اخلاق کی پابند ہو-

۸- کھیل کود اور دیگر جسمانی مشاغل عسکری نقطہ نظر سے ہوں-

۹- ایسی سرگرمیاں تعلیم وتربیت کے نقطہ نظر سے ہونی چاہیئے تاکہ ان سے مل جل کر کام کرنے کی صلاحیت' باہمی تعاون' ہمدردی اور مشترکہ سعی وکاوش نشوونما پائے اور معاشرتی معلومات میں اضافہ ہو-

۱۰- اسلام بیہودہ' فحش اور مشرکانہ شعر وادب کو ناپسند کرتا ہے' ان سے اجتناب کیا جائے- سرگرمیوں میں وقت کا ضیاع نہ ہو اور نہ ہی انہیں مقصد زندگی بننے دیا جائے-

۱۱- معاشرہ کو عملی زندگی کا ماحول فراہم کر کے ان کے ذہنی افق کو وسیع کیا جائے-

۱۲- معاشرہ اور طلبہ کے فارغ اوقات کا بہترین استعمال کیا جائے-

۱۳- ان سے اپنی مدد آپ کا جذبہ پیدا کیا جائے-

۱۴- اسلام کی نظر میں انسان کا روحانی پہلو بہت اہم ہے- محمد قطب اسلام لکھتے ہیں:

''روح انسانی وجود کا مرکز اور نقطہ ارتقاء ہے- اسی پر انسانی وجود قائم ہے اور یہی ساری زندگی پر غالب ہے- کھیل کے بعد ورزش ہی انسان کا خالق سے رشتہ جوڑنے والی سرگرمیاں ہیں- (۱۲)

۱۵- کھیل اور ورزش کے ذریعے بچوں کو ان کی تنظیمی' قائدانہ اور تخلیقی صلاحیتوں کو آزادانہ طور پر استعمال کرنے کا موقعہ دینا چاہیے-

المختصر اسلام ان تمام امور کو جائز قرار دیتا ہے جو ذکر الٰہی سے غفلت کا سبب نہ ہوں- تفریحی مشاغل کھیل اور ورزش و دیگر ہم نصابی سرگرمیاں اگر اسلامی احکامات اور حدود کے اندر رہ کر اختیار کی جائیں تو ان میں کوئی مذائقہ نہیں مگر اسلام ایسے امور کی اجازت نہیں دیتا جس سے وقت کا ضیاع ہو اور انسان اللہ تعالیٰ کی ذات سے غافل ہو جائے- کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور ہم نے جن وانس کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ ہماری عبادت کریں'' (۱۳)

عہد نبوی ﷺ کے کھیل

دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے- یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مکمل ضابطہ حیات وہی ہو سکتا ہے جس میں انسانی فرحت ونشاط کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہو- اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ سامان تفریح انسان کی قوت کار میں اضافے کا ذریعہ بنتے ہیں اور تھکے ماندے شخص میں عمل کی نئی روح پھونکتے ہیں-

اسلامی طرز زندگی جو کسی انسان کی ناقص عقل ودانش اور فکر وتدبر کا نتیجہ نہیں بلکہ خالق کائنات کا بنایا ہوا طرز زندگی ہے جس میں کسی قسم کی غلطی اور خطا ممکن ہی نہیں اسلام میں تفریح کھیل اور ورزش کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے- البتہ ان تفریحات کی اجازت دی گئی ہے جو تعمیری اور مفید ہیں اور ایسی تفریحات کی ممانعت کر دی گئی ہے جو تخریبی اور مضر ہیں-

اسلام راہبوں' سادھوں اور سنیاسیوں کی سی خشک زندگی پسند نہیں کرتا جس میں لطف ولذت حتیٰ کہ مسکراہٹ پر بھی پابندی ہو- حضور سرور کائنات ﷺ نے مسلمانوں کو واضح ہدایت فرما دی ہے کہ:

''کھیلو کودو' میں پسند نہیں کرتا کہ تمہارے دین میں سختی نظر آئے''

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

''اپنے قلوب کو وقتاً فوقتاً آرام دیا کرو'' (۱۴)

رسول اللہ ﷺ نے اپنے اقوال واعمال سے یہ بھی بتا دیا کس قسم کے کھیل کود اور تفریحات کی

گنجائش ہے۔ چنانچہ کتب حدیث وفقہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کھیل بدن کی ورزش، صحت و تندرستی برقرار رکھنے یا کسی دینی ودنیاوی ضرورت کیلئے یا کم ازکم تھکان دور کرنے کیلئے ہوں، وہ شرعاً مباح ہیں بلکہ اگر کسی دینی ضرورت کی نیت سے ہوں تو باعث ثواب ہیں بشرطیکہ ان کھیلوں میں اتنا غلط نہ کیا جائے کہ دیگر ضروری کاموں میں بھی حرج واقع ہو جیسا کہ آج کل کرکٹ کا حال ہے۔ صبح کے وقت لوگوں کے اپنے کام شروع کرنے کا وقت ہوتا ہے تو یہ کھیل شروع ہو جاتا ہے اور سارا دن جاری رہتا ہے اور شام بلکہ رات کو ختم ہوتا ہے۔ ایسا کھیل وقت کے ضیاع کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ اسلام تفریح اور کھیل کی اجازت اس حد تک دیتا ہے کہ اس سے احکام اسلام پر کسی قسم کی زد نہ آئے۔ کرکٹ میں تو نماز کے اوقات کی بھی کوئی پابندی نہیں کی جاتی۔ اسلام ایسے کھیلوں کی اجازت نہیں دیتا اور نہ ہی ایسے کھیلوں کی اجازت دیتا ہے کہ نوجوان لڑکیاں جوان لڑکوں کے ساتھ نکریں پہن کر دوڑ لگاتی پھریں۔ شاید ایسی حرکتیں اسلام کو بدنام کرنے کیلئے اس کے خلاف گہری سازشیں ہیں۔

جو کھیل اور تفریح فرد معاشرے یا دین واخلاق کیلئے مضر ہوں اسلام ان کی اجازت نہیں دیتا۔ اسی طرح تفریح طبع کیلئے کسی ذی روح کو تکلیف پہنچانا، اونٹ کی دوڑ کیلئے بچوں کو سمگل کرنا بے بس انسانوں کو درندوں کے سامنے ڈالنا، مرغ لڑانا، کتے لڑانا یا افیون اور چرس کھانا وغیرہ قطعی حرام ہیں۔ اسی طرح شطرنج، تاش اور چوسر وغیرہ حرام ہیں۔

اسلام صرف ایسے کھیل کی اجازت دیتا ہے جس کے ذریعے رسول خدا ﷺ کی حدیث پاک کا یہ مقصد پورا ہو کہ: ''ایک قوی مومن ایک کمزور مومن سے بہتر ہے''

اس لئے مومن کو قوی اور توانا ہونا چاہیے کیونکہ اسلام ایک انقلابی دین ہے اور اس کا تقاضا ہے کہ اس کے ماننے والے طاقتور ہوں۔ اسلام ایسے کھیلوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے جن کے ذریعے اس کے ماننے والے تندرست اور چاک و چوبند ہوں تاکہ وہ اس کے آفاقی پیغام کو دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچا سکیں۔

بنی اسرائیل پر حضرت طالوتؑ کو حاکم مقرر کرنے پر قرآن مجید میں ارشاد ہے:

''اللہ نے تمہاری سرداری کیلئے ان کو چنا ہے اور اس کو علم و جسم دونوں میں کشادگی دی ہے'' (۱۵)

گویا ثابت ہوا کہ قیادت کیلئے علم کے ساتھ جسمانی قوت کا ہونا بھی ضروری ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ آپ ﷺ کی بھرپور زندگی ایک جیتے جاگتے اور گوشت پوست کے انسان کی زندگی تھی۔ آپ ﷺ پاکیزہ چیزوں کو

پسند فرماتے-خوش ہونا، مسکرانا، ہنسی، دل لگی کرنا آپ ﷺ کے مزاج مبارکہ کی خصوصیات تھیں-البتہ آپ ﷺ کو ایسی بات پسند نہ تھی جو خلاف حق ہوتی-

دورنبوی ﷺ کے چند کھیلوں اور ہم نصابی سرگرمیوں کو یوں بیان کیا جا سکتا ہے:

نشانہ بازی وتیراندازی

نشانہ بازی اور تیراندازی ایک جائز فنی کھیل ہے-رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کو نشانہ بازی کا شوق دلایا کرتے تھے اور اس کیلئے دوگروہ بنادیا کرتے تھے-آپ ﷺ کے نزدیک تیراندازی کا کھیل شوقیہ چیز نہ تھی بلکہ یہ ایک قسم کی قوت تھی جس کی فراہمی کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا-رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تیراندازی سیکھو کہ یہ بہترین کھیل ہے''

پھر فرمایا:

''جس نے تیراندازی سیکھ کر بے رغبتی اور بے پروائی سے چھوڑ دی اس نے کفران نعمت کیا''(۱۶)

حضرت سلمہ بن اکوعؓ کے حوالے سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ قبیلہ کے لوگوں کے قریب سے گزرے جو (دوگروہ ہوکر) تیر مار رہے تھے-آپ ﷺ نے فرمایا:''اسماعیل کے بچو: تیراندازی کرو تمہارے باپ اسماعیلؑ تیرانداز تھے اور میں اس گروہ کی طرف ہوتا ہوں'' یہ سن کر دوسرے گروہ نے ہاتھ روک لئے -آپ ﷺ نے پوچھا کیوں تیر نہیں چلاتے؟ انہوں نے کہا آپ ﷺ تو دوسرے فریق کے ساتھ ہوگئے ہیں-آپ ﷺ نے فرمایا اچھا میں دونوں فریقوں کے ساتھ ہوں''(۱۷)

نشانہ بازی وتیراندازی کے ساتھ ساتھ شمشیرزنی کے مشاغل بھی آپ ﷺ کو بہت پسند تھے-آپ ﷺ نے حبشیوں کو مسجد میں نیزے کا کھیل کھیلنے کی اجازت دی تھی اور حضرت عائشہؓ کو بھی اجازت تھی کہ ان کا کھیل دیکھیں-حضرت عمر فاروقؓ نے حبشیوں کو روکنا چاہا مگر آپ ﷺ نے فرمایا عمرؓ ان کو چھوڑ دو-کیونکہ:

''نیزہ بازی اور شمشیرزنی محض تفریح طبع کے کھیل نہیں بلکہ یہ ورزش بھی ہے اور عسکری تربیت کا اہم پہلو بھی''(۱۸)

سرور کائنات ﷺ کے دور مبارک میں بندوق ایجاد نہ ہوئی تھی-تیر ہی بندوق اور رائفلوں کا کام کرتے تھے-دورِ حاضر میں تیر کی جگہ جدید جنگی اسلحے نے لے لی ہے-نشانہ بازی میں احتیاط بے حد

ضروری تھی کہ کوئی انسان یا پالتو جانور اس کا ہدف نہ بننے پائے کیونکہ ایسا ہدف بنانے والے پر حضور ﷺ نے لعنت بھیجی ہے- گویا کسی ذی روح کو تکلیف پہنچا کر اپنی تفریح کا سامان کرنا جائز نہیں- یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے جانوروں کو باہم لڑانے سے منع فرمایا ہے-

کشتی

کشتی کے ذریعے انسان اپنی طاقت کے مؤثر اور مربوط استعمال کی تربیت حاصل کرتا ہے- ساتھ ہی جسم کے مختلف حصوں کی حرکت سے جسمانی ورزش بھی ہوتی ہے اور اس طرح انسان میں چستی اور سخت کام کرنے کی صلاحیت بھی پیدا ہوتی ہے- کشتی کو نبی کریم ﷺ کی طرف سے بھی سند قبولیت حاصل رہی ہے- رکانہ عرب کا مشہور پہلوان تھا- وہ اپنے پچھڑ جانے کو اسلام لانے کی شرط ٹھہراتا تھا- حضور اکرم ﷺ نے اس سے تین مرتبہ کشتی لڑی اور اسے پچھاڑ دیا- یہ رکانہ فتح مکہ سے کچھ پہلے اسلام سے بہرہ ور ہو گئے تھے-(۱۹)

ابوالاشد بن جمعی کی جسمانی قوت اس قدر تھی کہ وہ گائے کے چمڑے پر کھڑا ہو جاتا اور دس، دس آدمی اس چمڑے کو مل کر کھینچتے تھے مگر وہ اپنی جگہ سے ہٹتا نہ تھا- اس نے رسول اللہ ﷺ سے کہا اگر آپ ﷺ مجھے پچھاڑ دیں تو میں آپ ﷺ پر ایمان لے آؤں گا- آنحضرت ﷺ نے کشتی لڑی اور اسے پچھاڑ دیا مگر وہ مسلمان نہ ہوا(۲۰)

جنگ بدر کے موقع پر جب ایک بچہ شوق جہاد میں اپنا قد اونچا دکھانے کی خاطر اپنے پنجوں پر کھڑا ہوا اور اسے حضور ﷺ نے جہاد میں شرکت کی اجازت دے دی تو اس کے ایک ساتھی جسے اجازت نہیں مل رہی تھی، نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں اس سے طاقتور ہوں- لہذا مجھے بھی جہاد میں شرکت کی اجازت دی جائے- چنانچہ ان دونوں میں کشتی کروائی گئی-(۲۱)

دوڑ میں مقابلہ

دوڑنا اور دوڑ میں مقابلہ کرنا بھی ایک مفید ورزش ہے- بہت سی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ کرامؓ بہت تیز رفتار تھے اور دوڑنے میں ایک دوسرے سے مقابلہ کیا کرتے تھے-

مسند احمد اور سنن ابی داؤد کی ایک روایت کے مطابق حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ کے ساتھ دو دفعہ دوڑ لگائی تھی-((سید سلیمان ندوی، سیرت عائشہ، ص ۶۲)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے الاصابہ میں لکھا ہے کہ مشہور صحابی حضرت سلمہ بن الاکوع گھوڑے سے بھی زیادہ تیز دوڑتے تھے اور اگر کسی سے مقابلہ پیش آ جاتا تو اس سے آگے بڑھ جاتے- سرور عالم ﷺ ان پر بڑی شفقت فرمایا کرتے تھے- چھ ہجری میں غزوہ دوفر سے واپسی کے سفر میں

حضور اکرم ﷺ نے ان کو برائے لطف و کرم اپنی اونٹنی پر اپنے پیچھے بٹھالیا اور دوسرے صحابہ کرامؓ اپنی اپنی سواریوں پر آپ ﷺ کے جلو میں تھے- یہ مقدس قافلہ مدینہ منورہ سے ابھی کئی میل دور تھا کہ ایک انصاری صحابی جن کو اپنی تیز رفتاری پر بڑا ناز تھا بار بار آواز لگانے لگے کیا مدینہ تک دوڑ میں مجھ سے کوئی بازی لے جاسکتا ہے؟ حضرت سلمہؓ کے کانوں میں ان کی آواز پڑی تو انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں ان کے ساتھ دوڑ لگاؤں- آپ ﷺ نے فرمایا: جو تمہاری مرضی- حضرت سلمہؓ نے انصاری صحابی سے کہا- تیار ہو جاؤ- میں تمہارے ساتھ دوڑ لگاؤں گا- چنانچہ دونوں اپنی اپنی سواریوں سے اترے- حضرت سلمہؓ کہتے ہیں کہ میں نے اسے تھوڑی سے مہلت دی اور اپنے آپ ﷺ کو ان سے پیچھے رکھا پھر میں دوڑ کر ان سے مل گیا اور ان کے بازوؤں پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا "خدا کی قسم اب میں تجھ سے آگے بڑھوں گا- وہ ہنس پڑا اور کہنے لگا- میرا بھی یہی خیال ہے- پس مدینے کے قریب میں اس سے آگے بڑھ گیا-

حضرت عمرو بن عمیتہ الغمری بھی بہت سبک رفتار تھے- اہل سیر نے ان کی غیر معمولی تیز رفتاری کے کئی واقعات بیان کئے ہیں- سرور عالم ﷺ کو ان کی تیز رفتاری پسند تھی اور انہیں بعض ضروری اور اہم امور کی انجام دہی کیلئے روانہ فرمایا کرتے تھے- ان کے علاوہ کئی دیگر صحابہ بھی دوڑ لگانے میں بہت تیز تھے- (۲۲)

گھوڑسواری

گھوڑسواری انسان کو جسمانی اور اعصابی طور پر مضبوط بناتی ہے- اسے اسلام کے نظریہ میں جہاد کیلئے بہت اہمیت حاصل ہے- اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کے دور مبارک میں گھوڑا جنگ میں استعمال کیا جاتا تھا- حضور نبی کریم ﷺ کے بعد خلفاء راشدین اور مسلمان حکمرانوں کی فوجیں بھی ان کا استعمال کرتیں تھیں- "گھوڑے کی سواری آپ ﷺ کو بہت مرغوب تھی" (۲۳)

اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ گھوڑسواری کو تفریحی مشغلہ کے طور پر بھی اختیار کیا جاسکتا ہے- مگر ان پر شرطیں لگانا' جواء کھیلنا حرام ہے- مدینہ سے باہر ایک میدان تھا جس کی سرحد حصباء ثنیۃ الوداع تک چھ میل تھی جہاں گھوڑ دوڑ کی مشق کروائی جاتی تھی (۲۴)

آپ ﷺ کی سواری کا ایک گھوڑا تھا جس کا نام سنجہ تھا ایک دفعہ آپ ﷺ نے اسے بازی میں دوڑایا اس نے بازی جیتی تو آپ ﷺ کو خاص مسرت ہوئی- (۲۵)

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"گھوڑے تین قسم کے ہوتے ہیں- ایک رحمان کیلئے دوسرا انسان کیلئے اور تیسرا شیطان کیلئے-- گھوڑا رحمان کیلئے ہوتا ہے اللہ کی راہ میں باندھا جاتا ہے- جو انسان کیلئے ہوتا ہے اسے انسان افزائش

نسل کیلئے پالتا ہے اور جو شیطان کیلئے ہوتا ہے وہ جواء کھیلنے کیلئے ہوتا ہے۔(۲۶)

وزن برداری

یہ ایک انتہائی طاقتور کھیل ہے۔اس کے کھیلنے سے انسانی جسم انتہائی مضبوط اور خوبصورت ہوتا ہے کھلاڑی کے جسم کے عضلات میں انتہائی طاقت آ جاتی ہے جو کسی بھی تعمیری کام میں استعمال کی جاسکتی ہے۔حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ مسجد نبوی کی تعمیر میں پتھر اٹھا اٹھا کر مقررہ مقام تک پہنچایا کرتے تھے جو وزن برداری کی ایک قدیم شکل ہے۔گویا یہ کھیل بھی اسلامی نقطہ نگاہ سے مباح ہے۔اسی طرح جوڈو، سائیکل کی ریس، مکہ بازی (باکسنگ) بھی اسلام میں جائز کھیل ہے۔

تیراکی

تیراکی جسمانی ورزش اور تفریح کے ساتھ ساتھ ایک اہم تربیت بھی ہے۔اس لئے کہ یہ سیلاب جیسی آفت میں اپنی اور دوسروں کی جان بچانے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔عسکری لحاظ سے بھی تیراکی کی بہت اہمیت ہے۔سیدنا حضرت عمر فاروقؓ فرمایا کرتے تھے:

''اپنی اولاد کو تیراکی اور تیر اندازی سکھاؤ''(۲۷)

حضور اکرم ﷺ خود بھی تیراکی کیا کرتے تھے۔بعض اوقات آپ ﷺ دو ساتھیوں کے جوڑے بنا کر مقابلہ بھی کرواتے تھے۔ایک دفعہ آپ ﷺ نے اپنے رفیق حضرت ابوبکر صدیقؓ کو منتخب کیا(۲۸)

شکار

شکار کرنا ایک مفید تفریح ہے جسے اسلام نے جائز قرار دیا ہے۔اس سے سیر اور ورزش دونوں ہوتے ہیں اور شکاری کو مادی فائدہ پہنچتا ہے۔شکار تیر، نیزے یا کسی اور آلے سے کیا جائے۔یا شکاری کتوں یا شکاری پرندوں کے ذریعے سب صورتوں میں جائز ہے۔صرف حج، عمرے اور احرام کی حالت میں ممنوع ہے۔

سرور عالم ﷺ شکار کا گوشت نہایت شوق سے کھاتے تھے بلکہ بعض دفعہ خود صحابہ کرامؓ سے شکار کا گوشت طلب فرماتے۔آپ ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

''جب اللہ کا نام لے کر کسی چیز سے کسی حلال جانور کا خون بہا دیا جائے تو تم اسے کھا سکتے ہو بشرطیکہ ناخن یا دانت سے کام نہ لیا گیا ہو''

دوسری جگہ پر یوں ارشاد فرمایا:

''جب تم اللہ کا نام لے کر اپنے تیر کمان سے کسی جانور کا شکار کرو تو تم اسے کھا سکتے ہو''(۲۹)

خلاصہ

درج بالا معروضات کا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱- مسلمان کی زندگی کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہے اس مقصد کی تکمیل کیلئے اسلام انسانی فطرت کے مطابق ذرائع و وسائل مہیا کرتا ہے۔

۲- رسول اکرم ﷺ کا اسوہ حسنہ ہمارے لئے راہ نجات ہے۔ اسی پر عمل پیرا ہو کر ہم دین و دنیا کی بھلائیاں سمیٹ سکتے ہیں۔ آنحضور ﷺ نے خود تفریحی مشاغل کو اختیار فرما کر امت مسلمہ کیلئے زیست کی کھٹن راہوں کو ہموار کیا۔

۳- جائز حدود میں رہتے ہوئے تفریحی مشاغل کو اپنایا جائے تو زندگی کی اہمیت وقت کی قدر اور مقصد حیات کا شعور حاصل ہوتا ہے۔

۴- اسلام دین کامل ہے۔ خشک اور بور مذہب نہیں۔ یہ زندگی کے تمام شعبوں کے متعلق انسان کی راہنمائی کرتا ہے۔

۵- اسلام جائز حدود میں رہتے ہوئے بہترین روحانی، ذہنی اور جسمانی نشوونما کیلئے بامقصد تفریح کی اجازت دیتا ہے۔

۶- اسلام کا تصور تفریح مقصد زیست سے ہم آہنگ ہے جبکہ مغربی تصور تفریح انسان کو اس کی اصل منزل سے دور لے جاتا ہے اور ذہنی کرب اور بے سکونی کا باعث بنتا ہے۔

۷- اسلام میں انسان کی ہر قسم کی بیماریوں کا علاج ہے۔ خواہ وہ جسمانی ہوں یا ذہنی، اخلاقی ہوں یا روحانی۔ نبی کریم ﷺ نے ہم نصابی سرگرمیوں کے ذریعے ایسی بیماریوں کی اصلاح کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اسلامی معاشرہ کو ان سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے۔

۸- انفرادی، اجتماعی اور معاشرتی امور کی بہتر طریقے سے انجام دہی کیلئے کھیل اور ورزش بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہیں۔

۹- جسمانی مسرت و راحت کا حصول لازمی امر ہے ورنہ زندگی بوجھ بن کر رہ جاتی ہے۔

۱۰- اسلام میں ایسے کسی شغل یا سرگرمی کی اجازت نہیں جو انسان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دے جو چیزیں، باتیں یا کام انسان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیتے ہیں اسلام انہیں لہو و لعب کا نام دیتا ہے۔

مصادر و حواشی

۱۔ محمد ارشد، تعلیمی زاویے شمارہ نمبر ۶ جنوری ۱۹۹۹ء، ص ۶۰-۶۱

۲۔ نعیم صدیقی، محسن انسانیت، لاہور اسلامک پبلیکیشنز ۱۹۸۱ء، ص ۱۱۸-۱۱۹

۳۔ افضل حسین، فن تعلیم و تربیت، لاہور: اسلام پبلیکیشنز، ۱۹۷۰ء، ص ۶۱-۶۳

۴۔ خورشید احمد، پروفیسر، اسلام کا نظریہ تعلیم لاہور: ادارہ تعلیمی تحقیق، تنظیم اساتذہ پاکستان، ص ۱۵

۵۔ محمد قطب، اسلام کا نظام تربیت، مترجم ساجد الرحمٰن صدیقی، ص ۱۴

۶۔ عبدالغفار حسن عمرپوری، انتخاب حدیث، لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، ۱۹۹۰ء، ص ۳۴۰

۷۔ محمود شکری آلوسی، بلوغ الارب، ترجمہ ڈاکٹر پیر حسن، لاہور مرکزی اردو بورڈ، ص ۲۲۶

۸۔ علامہ عبدالملک بن محمد بن ہشام، سیرت ابن ہشام، ص ۳-۲۷۲

۹۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، ج ۱۳، ص ۴۲۷

۱۰۔ علامہ ابو محمد عبدالملک بن محمد ابن ہشام/ترجمہ محمد اسماعیل پانی پتی، سیرت ابن ہشام، ص ۱۳۴

۱۱۔ عبدالحمید، راجہ، تعلیم و تدریس، لاہور، ص ۴۰

۱۲۔ محمد قطب اسلام، اسلام کا نظام تربیت، لاہور، اسلامی پبلیکیشنز، ۱۹۸۲ء، ص ۵۶

۱۳۔ القرآن، سورۃ الذاریات: ۵۶، ص ۲۹

۱۴۔ عذرا پروین، دور نبوی ﷺ کی اہم نصابی سرگرمیاں، غیر مطبوعہ تحقیقی مقالہ ۱۹۸۳ء

۱۵۔ القرآن، سورۃ البقرہ: ۲

۱۶۔ طالب ہاشمی، عہد رسالت کے تفریحی مشاغل، اردو ڈائجسٹ، ج ۲۲ فروری ۱۹۸۲ء

۱۷۔ تیسر الباری، ترجمہ و تشریح صحیح بخاری، از علامہ وحید الزمان، ج ۳ ص ۱۱۷

۱۸۔ یوسف القرضاوی، اسلام میں حلال و حرام، مترجم شمس پیرزادہ، لاہور اسلامک پبلیکیشنز، ۱۹۸۸ء، ص ۳۴۷

۱۹۔ یوسف القرضاوی، اسلام میں حلال و حرام، ص ۳۴۹

۲۰۔ یوسف القرضاوی، اسلام میں حلال و حرام، ص ۳۵۰

۲۱۔ محمد کرد علی/مترجم شاہ معین الدین ندوی، اسلام اور عربی تمدن، مطبع المعارف اعظم گڑھ
۲۲۔ طالب ہاشمی، عہد رسالت کے تفریحی مشاغل، اردو ڈائجسٹ، ج ۲۲ فروری ۱۹۸۲ء ص ۹۹ تا ۱۰۱
۲۳۔ شبلی نعمانی، علامہ، سید سلیمان ندوی، سیرت النبی ﷺ، ج ۲ ص ۲۱۰
۲۴۔ شبلی نعمانی، علامہ، سید سلیمان ندوی، سیرت النبی ﷺ، ج ۲ ص ۲۱۰
۲۵۔ شبلی نعمانی، علامہ، سید سلیمان ندوی، سیرت النبی ﷺ، ج ۲ ص ۲۱۱
۲۶۔ عذرا پروین، دور نبوی ﷺ کی اہم نصابی سرگرمیاں، غیر مطبوعہ تحقیقی مقالہ لاہور: جامعہ پنجاب ۱۹۸۳ء، ص ۲۳
۲۷۔ محمد حسین ہیکل، حضرت عمر فاروقؓ لاہور، مکتبہ میری لائبریری، ص ۲۰۹
۲۸۔ طالب ہاشمی، عہد رسالت کے تفریحی مشاغل، اردو ڈائجسٹ، ج ۲۲ فروری ۱۹۸۲ء، ص ۱۶۲
۲۹۔ پروفیسر ملک رب نواز، تعلیمی زاویے، لاہور، جلد ۹، ۱۹۸۹، ص ۱۰۹